الکفّارہ

علامہ جناب ڈبلیو گولڈسیک صاحب

مترجم

پروفیسر محمد اسمعیل خاں صاحب ایم۔اے

Al Kafara

THE ATONEMENT

Allama W.Goldsack

www.noor-ul-huda.net

The Atonement

BY THE

REV. WILLIAM GOLDSACK

Australian Baptist Missionary and Apologist

Translated into Urdu

Prof. Muhammad Ismail Khan

الکفارہ

مصنفہ

علامہ ڈبلیو گولڈسیک

مترجم

پروفیسر محمد اسماعیل خاں

1910

REV. William Goldsack

Australian Baptist Missionary and Apologist

1871–**1957**

اَلکفارہ

مسلمان اور مسیحی اس بات پر متفق ہیں کہ تمام بنی آدم گنہگار اور مغفرت کے محتاج ہیں۔ لیکن گناہ اوراس سے نجات حاصل کرنے کے مسئلہ پر بہت اختلاف ہے۔ تاہم جس طرح خدا باوجود گونا گوں اظہار کے ایک ہی ہے اسی طرح نجات حاصل کرنے کا ذریعہ بھی خدا کی طرف سے یقیناً ایک ہی مقرر کیا گیا ہے۔ لہذا نتیجتہً ہم پر فرض ہے کہ اس ذریعہ نجات کو دریافت کریں۔ پس اس رسالہ میں پہلے ہم ان چند طریقوں کا مختصراً ذکر کرینگے۔ جن کے وسیلہ سے لوگ نجات کی امید رکھتے ہیں۔ اور پھر اس الہیٰ ذریعہ کا بیان کریں گے۔ جو پاک نوشتوں میں مندرج ہے اور جس کی عقلی دلائل سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔

۱۔ بہت سے مسلمان یہ امید رکھتے ہیں کہ اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے نجات حاصل کرینگے۔ چنانچہ وہ امید رکھتے ہیں کہ اگر نماز، روزہ اور حج وغیرہ اسلام کے بڑے بڑے پانچ فرائض کو بجالادیں تو ضرور نجات حاصل کرینگے۔ لیکن اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ کوئی مسلمان ان پانچ فرائض کو پورے طور سے ادا نہیں کر سکتا۔ لہذا اپنے نیک اعمال سے نجات حاصل کرنے کی امید باطل ٹھہرتی ہے۔

ہم ہر ایک منصف مزاج مسلمان سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات قرین قیاس ہے کہ خدا ہماری نجات چند ایسے کاموں پر موقوف رکھے جن کی نسبت ہم اپنے تجربہ سے جانتے کہ ان کو پورے طور سے کوئی بھی نہیں کر سکتا؟ کیا خدا یہ نہیں چاہتا کہ گنہگار نجات پائیں؟ اگر وہ چاہتا ہے تو کیا ہمیں کامل یقین کرنا چاہیے کہ اس نے تمام بنی آدم کے لئے نجات کی تدبیر کی ہے؟ اب ہم اس تدبیر یا ذریعہ نجات کو دریافت کرنے کی کوشش کریں گے۔

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ نیک کام کرنا ہمارا فرض ہے اور اس لئے گناہ کا پردہ جو ہم کو خدا سے جدا کرتا ہے۔ نیک اعمال کے وسلہ سے دور نہیں ہو سکتا۔ فرض کرو کہ کوئی شخص قحط کے زمانہ میں اپنی فیاضی اور سخاوت سے بہت سے لوگوں کو فاقہ کشی سے بچائے اور پھر کسی وقت طیش میں آکر کسی کو مارڈالے۔ اب کیا اس کی سخاوت وفیاضی اس کو خون کے جرم سے بری کردیگی اوراس کو سزا سے بچاوے گی؟ اگر وہ اپنی سخاوت وفیاضی کی بناپر رحم کا خواستگار ہو تو کیا حاکم اس کا کچھ خیال کریگا؟ ہر گز نہیں۔ بلکہ وہ کہیگا کہ سخاوت وفیاضی میں تم نے اپنا فرض ادا کیا ہے اس سے تمہارے گناہ کی معافی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح سے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے نیک اعمال ہمارے بیشمار گناہوں کو دور نہیں کر سکتے۔ نیک اعمال ہمارا فرض ہے۔ نیک اعمال سے ہمارے گناہ معاف نہیں ہوتے۔ چنانچہ سیدنا مسیح نے فرمایا ہے۔ جب سب حکموں کی تعمیل کر چکو تو کہو کہ ہم "نکمے نوکر" ہیں۔ جو ہم پر فرض تھا وہی کیا ہے" (لوقا ۱۷: ۱۰)۔

۲۔ بہت سے حق شناس مسلمان تسلیم کرتے ہیں کہ انسان اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ نیک اعمال کے وسیلہ سے نجات کی تعلیم کی تردید کرکے یوں کہتے ہیں کہ خدا کی خوشنودی اور گناہ سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ گناہ سے توبہ کرنا اور پشیمان ہونا ہے۔ اس بات پر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے۔ تو صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔

اول تو دیگر نیک اعمال کی طرح توبہ بھی ہمارے فرائض میں شامل ہے۔اپنے گناہوں سے پشیمان ہونااور خدا سے مغفرت مانگنا۔اس قادر مطلق سے میل حاصل کرنا کی طرف پہلا قدم ہے لیکن اس سے گناہ تو معاف نہیں کیاجاتا۔ توبہ سے گناہ کا معاوضہ نہیں ہو سکتا۔اگر عدالتوں کی کارروائی پر نظر کی جائے۔تو یہ مسئلہ بالکل صفائی سے سمجھ میں آجائے گا۔

اب ذرا خیال کیجئے کہ اگر کوئی شخص کسی سخت جرُم کا مجرم ثابت ہو۔اور پھر وہ نہایت نادم وپیشمان ہو کر گریہ وزاری کرے اور حاکم سے رحم کا خواستگار ہو۔ توانجام کیا ہوگا؟ کیااس کی پیشمانی اور آنسوؤں کے باعث حاکم سے اسے معاف کر دیگا؟ ہر گز نہیں۔ کیونکہ ایسی معافی سخت بے انصافی ہوگی۔جب کوئی جرم ایک بار ثابت ہو چکا۔ تو قانونی تقاضا لاابدی امر ہے۔اگر قانونی تقاضہ ملحوظ نہ رکھاجائے اور مجرم سزانہ پائے تو قانونی اصول پائمال ہونگے۔اور انصاف خاک میں مل جائیگا۔ یہ بات تواظہر من الشمس ہے کہ عدل وانصاف کے تمام اصول و قواعد انسان کو خدانے سکھائے ہیں۔پس کیاخدا خودان قواعد و قوانین کے برخلاف کر سکتاہے۔جن کو اس نے خود بنایااور انسان کے دل میں قائم کیا۔کیاوہ صرف گنہگار کے آنسودیکھو کر اس کے ماضی کے گناہ معاف کر سکتاہے۔یہ امر روزِ روشن کی طرح صاف عیاں ہے کہ خدااپنے قانون کو نہیں توڑ سکتا۔اور گنہگار کوواجبی سزادیئے بغیر معاف نہیں کر سکتا۔کیونکہ اگر وہ ایسانہ کرے تواس کو کون منصف وعادل کہے گا؟

پھر یہ بات بھی قابل یاد ہے کہ جس نے ہم کو دین عنایت کیاہے وہی تمام مخلوقات ومکنونات کا خالق ہے۔لہذاخدا کی مخلوقات میں اس کے قوانین کو دیکھنے کی امید کرناہمارے لئے طبعی بات ہے۔ پس ہم موجودات ومخلوقات سے گناہ اور گناہ کے نتائج کے بارہ میں کیا سیکھتے ہیں؟ جب انسان قانونِ قدرت کے توڑنے سے کسی بری بیماری میں مبتلا ہو کر تکلیف اٹھاتاہے تو کیااس وقت اس کا اپنی غلطی سے توبہ کرنااسے صحت کی دولت دے سکتاہے؟اسی طرح یہ بھی یقینی بات ہے کہ گذشتہ کے گناہوں سے پشیمان ہونااور توبہ کرناہم کو گناہ کے مرض سے شفانہیں دے سکتا۔اسی طرح ہم امید کر سکتے ہیں کہ خدانے گناہ کے ہولناک مرض سے بھی کامل شفایابی کاانتظام کر دیاہے۔

جو لوگ توبہ کا گناہ کی معافی کا کافی ذریعہ بیان کرتے ہیں، وہ بیشک خدا کے رحم کو پیش کرتے ہیں۔اس میں تو کلام نہیں کہ خدارحیم ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ منصف وعادل بھی ہے۔ وہ عادل ہو کر گنہگار کو کس طرح معاف کر سکتاہے جب تک کہ عدل کے تقاضا کو پورانہ کرے؟ وہ بے انصافی سے رحیم نہیں ہوسکتا۔ یایوں کہیں کہ وہ رحیم ہونے کے لئے اپنے عدل سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔اگر خداگناہ کی سزادیئے بغیر معاف کر دے تواس کاعدل قائم نہیں رہے گا۔اوراس کاکلام بے حقیقت ٹھہرے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ گنہگار انسان کی نجات صرف کسی ایسے طریقے سے ہوسکتی ہے۔جس میں خدا کے تمام اوصاف قائم رہیں۔اوران کو اظہار کامناسب موقع ملے۔جب اس کا بیحد رحم ظاہر ہو تو ساتھ ہی کامل عدل وانصاف بھی نظر آئے۔ لیکن اگر صرف توبہ کرناہی نجات حاصل کرنے کے لئے کافی ہو۔توصرف خدا کی محبت اوراس کے رحم کی تعریف ہوگی۔ مگراس کاعدل خاک میں مل جائے گا۔

احادیث میں خداعادل کہلاتاہے۔ لیکن ان میں یہ مسئلہ نہیں ہوتا کہ وہ باوجود عادل ہونے کے کس طرح معاف کر سکتاہے۔

۳۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو مذکورہ بالاامور کومانتے ہیں۔وہ صاف طور سے سمجھتے ہیں کہ نیک اعمال اور توبہ کے وسیلہ سے گناہوں کی معافی حاصل نہیں ہوسکتی۔وہ خدا کے کامل عدل پر بہت زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گناہ کی سزاضرور ملے گی۔چنانچہ یہ لوگ قرآن سے بھی اس بات کے ثبوت میں سورہ مریم کی ۷۲ویں آیت پیش کرتے ہیں"۔تم میں سے ہرایک جہنم میں جائے گا"۔اس آیت سے صاف عیاں ہے کہ ہرایک بشر کواپنے

گناہوں کی پوری سزا بھگتنے کے لئے جانا پڑے گا۔ بعد میں جب عدل وانصاف کا تقاضا پورا ہو جائے گا۔ اور خدا کی شریعت اپنا کام کر چکے گی۔ تو رہائی وقوع میں آئے گی۔

یہ تعلیم دیگر مندرجہ بالا تعلیمات سے کسی قدر معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ خدا کی شریعت کی عظمت کا اعتراف کرتی ہے اور اس سچائی کا اظہار کرتی ہے کہ عدل اس امر کا مقتضی ہے کہ گناہ کی واجبی سزا دی جائے لیکن اگر اس قسم کا عقیدہ درست ہو۔ تو پھر یہ سوال پیش آتا ہے کہ خدا کی محبت اور رحم کہاں ہیں؟ کیا محبت اور رحم پائمال ہو گئے؟ کیا خدا ایسا بے رحم اور محبت سے خالی ہو گیا کہ اسے اپنی مخلوقات پر رحم نہیں آتا؟ کیا وہ ایسا منتقم ہو گیا۔ کہ اس میں رحم کا نام تک نہ رہا۔ نعوذ باللہ من ذالک پھر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ سزا عموماً انسان کے دل کو سخت کر دیتی ہے۔ پس ممکن ہے کہ گذشتہ کے گناہوں کی سزا پاتے ہوئے انسان اور نئے گناہوں کا مرتکب ہوتا جائے۔ اور اس طرح سے اس کی سزا کا کبھی خاتمہ نہ ہو۔ انسان کے لئے نجات کی ایسی تدبیر کی ضرورت ہے جس کے وسیلہ سے وہ گناہ سے گھن اور نفرت کرنا سیکھے۔ کیونکہ صرف یہ ہی ایک طریقہ ہے جس سے اس کا رخ خدا کی طرف ہو گا۔ اور وہ رفتہ رفتہ گناہ کی تاثیر اور قدرت سے آزاد ہو جائے گا۔

احادیث میں خدا تعالیٰ نہ صرف بالعادل بلکہ الرحمٰن بھی کہلاتا ہے پس خدا اگر رحمٰن ہے تو ضرور وہ بنی آدم کی نجات کا کوئی وسیلہ بہم پہنچائے گا۔ ہاں اس نے اپنے بندوں کی نجات کا ذریعہ بہم پہنچایا ہے۔ جو چاہے اس کا بیان انجیل شریف میں پڑھے۔ اور خدا کی عجیب لامحدود محبت کا اظہار دیکھے۔ اب ہم مختصر طور پر خدا کے اس رحیمانہ انتظام کا بیان انجیل میں دیکھیں۔ کہ اس نے گنہگار بنی آدم کی نجات کے لئے کیا تدبیر کی ہے۔

۴۔ خدا باوجود عادل ہونے کے گنہگار کو کس طرح معاف کر سکتا ہے۔ اس سوال کا جواب انجیل شریف میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ "بغیر خون بہائے معافی نہیں ہو سکتی"۔ ان الفاظ میں کفارہ کی بڑی تعلیم کی طرف اشارہ ہے جس کے وسیلہ سے خدا نے گنہگار بنی آدم کی نجات کا انتظام کیا ہے۔ لہذا ہم اس سنجیدہ مسئلہ پر غور کرینگے۔ کفارہ کے لغوی معنے "چھپانے والے" کے ہیں۔ اس سے گنہگار کے گناہ گویا چھپائے جاتے ہیں۔ اور ان کے سبب سے انسان اور خدا کے درمیان جدائی کا پردہ حائل تھا۔ وہ اٹھ جاتا ہے اور انسان خدا سے میل حاصل کر لیتا ہے۔ پس کفارہ ایسا ذریعہ ہے۔ جس کے وسیلہ سے گنہگار انسان واصل باللہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انجیل شریف میں مرقوم ہے کہ "خدا نے سیدنا مسیح میں ہو کر جہان کو اپنے آپ سے ملا لیا"۔

کفارہ کی تعلیم پر غور کرتے وقت یہ حقیقت نہایت صاف طور پر پیش نظر آجاتی ہے کہ تمام دنیا کے لوگ کسی نہ کسی صورت میں قربانی کی تعلیم کے معتقد ہیں گویا انسان کے دل پر کندہ کیا گیا ہے کہ "بغیر خون بہائے معای نہیں ہو سکتی"۔ مہذب یا غیر مہذب اور گورے یا کالے غرض ہر قوم کے لوگ قربانی کو گناہوں کی معافی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہر زمانہ میں انسان نے اس حقیقت کو بخوبی پہچانا ہے کہ نیک اعمال یا توبہ کے آنسوؤں سے نہ عدل کا تقاضا پورا ہوتا ہے اور نہ گنہگار گناہوں کی سزا سے بری کیا جا سکتا ہے۔ بنی آدم کی تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کی سزا سے بچنے کی کوشش میں مندروں اور معبدوں میں خون کی نہریں جاری رہی ہیں۔

انسان کے دل میں یہ کفارہ دینے کی خواہش ایسی زبردست اور گناہ دور کرنے کے لئے قربانی کی صورت کا احساس ایسا طبعی ہے کہ خود محمد ﷺ بھی اس کو نظرانداز نہ کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے عید بقر کی قربانی مقرر کرنے میں کسی قدر قربانی کی ضرورت اور اس کے خاص باعث کو مانا ہے یا یوں کہیں کہ کم سے کم اپنے پیروؤں کی اس دلی خواہش کو جسے دبا نہیں سکتے تھے۔ پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید بقر کی رسم

مقرر کر کے دو بکریاں لیں اوران کو ایک ایک کر کے قربان کیا۔اور کہا"اے خداوند میں اپنی ساری قوم کے لئے یہ قربانی گزرانتاہوں۔ان سب کے لئے جو تیری وحدت اور میری رسالت پر شہادت دیتے ہیں اے خداوند ! یہ محمد ﷺ اور محمد ﷺ کے تمام خاندان کے لئے ہے"۔ پھر ایک بڑی مشہور کتاب مشکواۃ المصباح کے چوتھے باب میں مرقوم ہے کہ انسان نے قربانی کے روز خدا کی خوشنودی کے لئے خون بہانے سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کیا۔ کیونکہ چوپایہ قربان کو جاتاہے۔وہ قیامت کے روز اپنے سینگوں، بالوں اور رسموں سمیت آکر میزانِ عدل میں نیک اعمال کے ساتھ شامل ہو کر تلیگا۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پیشتر خدا کے حضور پہنچتاہے۔اور قبول ہوتاہے۔اسلئے خوشی کرو"اسی حدیث کے مطابق یہ بھی لکھاہے۔کہ عیدالضحیٰ کے دن وضو کرتے وقت تکبیر پڑھنے کے بعد یوں کہنا چاہیے "اے خدا اس قربانی کو میرے گناہوں کے کفارہ میں قبول فرما۔میرے دین کو پاک اور بدی کو مجھ سے دور کردے۔" محمد ﷺ کے ان اقوال سے صاف ظاہر ہوتاہے کہ انہوں نے کم سے کم کسی حد تک تو کفارہ کی کفایت کو ماناہے۔اور حق تو یہ ہے کہ کوئی عقلمند آدمی کفارہ کی عظیم الشان حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا۔کیونکہ یہ صفحہ ہستی کے پتے پتے پر جلی قلم سے سنہرے حروف میں مرقوم ہے۔ علاوہ بریں یہ بات بھی ہر جگہ نظر آتی ہے کہ ایک کی موت اور تباہی دوسروں کی صحت وزندگی کی دلیل سے نباتات کھائی جاتی ہے اور چوپایہ کو زندگی اور قوت بخشتی ہے اور پھر وقت پر اس سے انسان کی پرورش ہوتی ہے۔

پس اگر دیدنی دنیا میں خدا کا یہ قانون پایا جاتاہے تو کیا ہم روحانی دنیا میں بھی اس کی مثال دیکھنے کے لئے معقول طور پر امیدوار نہیں ہو سکتے ؟ لیکن یہ سوال پیش آتاہے کہ گناہ کا مناسب کفارہ کیاہے ؟ بہت سے مذاہب میں شخصی نجات دہندہ اور کفارہ کی ضرورت بڑی صفائی سے دکھائی جاتی ہے۔ لیکن ان تمام مذاہب میں کفارہ نجات دہندہ نہیں ہو سکتا بلکہ گنہگار خود ہی اس کا انتظام کرتاہے۔اگر اس معاملہ پر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا۔ کہ صرف نجات دہندہ ہی انسان کے گناہوں کا لائق ومناسب کفارہ دے سکتاہے۔ گنہگار اگر خود کفارہ دے تو وہ کفارہ بھی گناہ آلودہ ہونے کی وجہ سے بے تاثیر ٹھہریگا۔ پس انسان کو الہیٰ نجات دہندہ کی ضرورت ہے۔جو خود بالکل پاک وبے عیب ہونے کے سبب سے اس کے گناہوں کا کفارہ دے سکے۔

انجیل شریف میں ایسے نجات دہندہ کا بیان پایا جاتاہے۔اگرچہ وہ بالکل بے گناہ تھا تو بھی جہان کے گناہوں کے کفارہ میں اس نے اپنی جان دیدی۔ توریت شریف کے مطالعہ سے ہم معلوم کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو طرح طرح کی قربانیاں گذارنںنے کا حکم دیا۔ لیکن وہ سب قربانیاں نظیر ونمونہ کے طور پر اس حقیقی قربانی کی طرف اشارہ کرتی تھیں جو بعد میں ہونے والی تھی۔ پھر بھی وہ قربانیاں قوم یہود کو کفارہ کی ضرورت دکھانے اور قوت پر مسیح کی قربانی کو قبول کرنیکے واسطے تیار کرنیکے لئے کافی تھیں۔ گزشتہ زمانہ کی ان قربانیوں کے بارہ میں انجیل شریف میں یوں مرقوم ہے۔کہ شریعت جس میں آئندہ کی اچھی چیزوں کا عکس ہے اور ان چیزوں کی اصلی صورت نہیں۔ان ایک ہی طرح کی قربانیوں سے جو ہر سال بلاناغہ گزارنی جاتی ہیں۔ پاس آنے والوں کو ہر گز کامل نہیں کر سکتی؟ ورنہ ان کا گزرانا موقوف نہ ہو جاتا ؟ کیونکہ جب عبادت کرنے والے ایک بار پاک ہو جاتے تو پھر ان کا دل انہیں گنہگار نہ ٹھہراتا۔ بلکہ وہ قربانیاں سال بہ سال گناہوں کو یاد دلاتی ہیں۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ بیلوں اور بکروں کا خون گناہوں کو دور کرے۔اسی لئے وہ دنیا میں آتے وقت کہتاہے کہ تونے قربانی اور نذر کو پسند نہ کیا بلکہ میرے لئے ایک بدن تیار کیا۔پوری سوختنی قربانیوں اور گناہ کی قربانیوں سے تو خوش نہ ہوا"۔اس وقت میں نے کہا کہ دیکھ ! میں آیا ہوں۔۔۔۔ غرض وہ پہلے کو موقوف کرتاہے تاکہ دوسرے کو قائم کرے۔ لیکن

یہ شخص ہمیشہ کے لئے گناہوں کے واسطے ایک ہی قربانی گزران کو خدا کی دہنی طرف جا بیٹھا(عبرانیوں ۱۰: ۱تا۱۰)۔انجیل شریف کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ جن قربانیوں کا توریت شریف میں ذکر پایا جاتا ہے۔وہ صرف مسیح کے عظیم الشان اور عالمگیر کفارہ کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔

توریت وزبور اور دیگر صحفِ انبیاء میں مسیح کے کفارہ کے حق میں بہت سی صاف وصریح پیشین گوئیاں مندرج ہیں۔چنانچہ یسعیاہ نبی کی کتاب کے ۵۳ باب کی ۴،۶، ۱۰ اتا۱۲ آیات میں یوں مرقوم ہے۔

"اس (مسیح) نے ہماری مشقتیں اٹھالیں اور ہمارے غموں کو برداشت کیا۔پر ہم نے اسے خدا کا مارا کوٹا اور ستایا ہوا سمجھا۔حالانکہ وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھائیل کیا گیا اور ہماری بدکرداری کے باعث کچلا گیا۔ہماری ہی سلامتی کے لئے اس پر سیاست ہوئی تاکہ اس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں۔ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے۔ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا اور خداوند نے ہم سب کی بدکرداری اس پر لادی۔لیکن خداوند کو پسند آیا کہ اسے کچلے۔اس لئے اسے غمگین کیا۔جب اس کی جان گناہ کی قربانی کے لئے گذرانی جائیگی تو وہ اپنی نسل کو دیکھے گا۔اس کی عمر دراز ہو گی۔اور خداوند کی مرضی اس کے ہاتھ کے وسیلہ سے پوری ہو گی۔اپنی جان ہی کا دکھ اٹھا کر وہ اسے دیکھے گا اور سیر ہو گا۔اپنے ہی عرفان سے میرا صادق خادم بہتوں کو راستباز ٹھہرائیگا۔کیونکہ وہ ان کی بدکرداری خود اٹھائیگا۔اس لئے میں اسے بزرگوں کے ساتھ حصہ دونگا۔اور وہ لوٹ کا مال زورآوروں کے ساتھ بانٹ لیگا۔کیونکہ اس نے اپنی جان موت کے لئے انڈیل دی۔اور وہ خطاکاروں کے ساتھ شمار کیا گیا تو بھی اس نے بہتوں کے گناہ اٹھالئے اور خطاکاروں کی شفاعت کی"۔

اس مقام پر یہ بخوبی یاد رہے کہ مسیح کے کفارہ کے بارہ میں اور بہت سی پیشین گوئیاں یہودیوں کی مقدس کتابوں میں موجود ہیں۔حال کے بعض مسلمان مسیح کی موت کو نہیں مانتے۔لیکن باوجود اس سخت دشمنی کے یہودیوں اور مسیحیوں میں ہمیشہ سے چلی آئی ہے۔اور باوجودیکہ یہودی قوم نے مسیح کو نبی تک نہیں مانا تو بھی یہودیوں کی کتابوں میں یہ سب پیشین گوئیاں پائی جاتی ہیں۔لہذا کوئی منصف مزاج مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ مسیح کی موت کے بیانات مسیحیوں نے کتب یہود میں زائد کردیئے ہیں۔حق تو یہ ہے کہ خدا نے مسیح کو بھیجنے سے پیشتر ہی نظیروں اور پیشین گوئیوں کے وسیلہ سے مسیح کی آمد کی خبر دی جو جہان کے گناہوں کا کفارہ دینے کے لئے آنے والا تھا۔

پھر وقت پر سیدنا مسیح نے پیشین گوئیوں کے مطابق دنیا میں آکر صلیبی موت کے ذریعے سے تمام بنی آدم کے گناہوں کا کامل کفارہ دیا۔چنانچہ انجیل شریف میں وہ خود بار بار اسی بھاری کام کو اپنی آمد کا سبب بیان کرتا ہے۔مثلاً لکھا ہے کہ "جس طرح موسیٰ نے سانپ کو بیابان میں اونچے پر چڑھایا۔اسی طرح ضرور ہے کہ ابن آدم (مسیح) بھی اونچے پر چڑھایا جائے۔تاکہ جو کوئی ایمان لائے اس میں ہمیشہ کی زندگی پائے۔(یوحنا۳: ۱۴،۱۵)"ابن آدم اس لئے نہیں آیا۔کہ خدمت لے۔بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتروں کے بدلے فدیہ میں دے"(متی ۲۰: ۲۸)پھر انجیل شریف میں ایک اور مقام پر مسیح کے حق میں یوں مرقوم ہے"۔وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے۔اور نہ صرف ہمارے گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی"(ایوحنا۲: ۲)اور پھر مرقوم ہے کہ "اس کے بیٹے عیسیٰ کا خون ہمیں تمام گناہ سے پاک کرتا ہے"۔(ایوحنا۱: ۷)ایک مرتبہ یوحنا اصطباغی نے عیسیٰ مسیح کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ دیکھو یہ خدا کا برہ ہے۔جو دنیا کا گناہ اٹھالے جاتا ہے"۔(یوحنا۱: ۲۹)پس توریت اور انجیل دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے مجسم ہونے کا خاص مطلب ومقصد یہ تھا کہ صلیب پر جان دے کر گناہوں کا کفارہ دینے سے عدل کا تقاضا پورا کرے تاکہ خدا تائب گنہگاروں کو

معاف کر سکے۔ اس طرح سے مسیح نے ہمارے عوض میں سزا اٹھائی، ناراستوں کے بدلے اس راستباز پر سیاست ہوئی۔ تاکہ وہ ہم کو خدا سے ملادے۔ کفارہ کے اس بھاری کام کے وسیلہ سے جو مسیح نے کیا۔ انسان کے دل کی خدا سے ملنے کی زبردست خواہش اور حقیقی آرزو پوری ہوئی۔

اب ہم ختم کرنے سے پیشتر اس بے بہا کفارہ پر دو پہلوؤں سے نظر کرینگے اول ہم یہ بات بخوبی ذہن نشین کرلیں کہ برضامندی خود تھا۔ بہت سے لوگ اس حقیقت کو نظر انداز کر کے کہتے ہیں کہ دوسرے کے گناہوں کے لئے ایک بے گناہ کو سزا دینا سخت بے انصافی کی بات تھی۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی رحمدلی سے کسی دوسرے مصیبت زدہ کا قرض ادا کردے تو (اگرچہ اس میں اس کو سخت تکلیف بھی برداشت کرنی پڑے) کیا یہ بے انصافی کا کام خیال کیا جائے گا؟ ہر گز نہیں۔ بلکہ اس خود انکاری اور خود نثاری کے کام کے سبب سے لوگ اس کی عزت و تعریف کریں گے۔ اسی طرح سے مسیح نے اپنی خوشی سے بہتیروں کے فدیہ میں اپنی جان دی۔ لہذا مسیح کے ہمارے گناہ اٹھا لینے میں کچھ بے انصافی نہ تھی۔ اس نے خود فرمایا ہے "میں اپنی بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہوں"۔

مسیح کے کفارہ کا ایک بڑا قابل لحاظ پھل یہ ہے کہ جب اس کا مطلب ٹھیک طور سے سمجھ لیا جاتا ہے۔ تو گنہگار گناہ کو بالکل ایک اور ہی نظر سے دیکھنے لگتا ہے۔ اور اس کی نگاہ میں گناہ کی ماہیت کچھ اور ہی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر خدا بآسانی گناہ معاف کر سکے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ انسان بے خوف و غم گناہ کرتا چلا جائے گا۔ لیکن جب انسان دیکھتا ہے کہ گناہ کی معافی کس طرح سے حاصل ہوئی ہے۔ اور کیا تاوان دیا گیا ہے۔ اور جب صلیبی موت کی تکلیف و دردناک جان کنی یاد کرتا ہے۔ اور ان تمام مصیبتوں پر سوچتا ہے جو مسیح نے اس کے لئے اٹھائیں۔ تب وہ گناہ کی بے حد مکروہ صورت کو دیکھتا ہے اور اس سے بدرجہ غائت متنفر ہوتا ہے۔ علاوہ بریں مسیح کو صلیب پر قربان ہوتے دیکھ کر پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ سزا سے عموماً انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے۔ درحالیکہ اگر گناہ کی معافی بآسانی حاصل ہو تو گنہگار کو بدکاری پر اور بھی جرات اور جسارت ہوتی ہے۔ لیکن جب انسان اس خداداد ذریعہ نجات پر سوچتا ہے تو اس کا دل شکر گزاری سے بھر جاتا ہے اور وہ اسے خوش کرنے کا ازبس آرزومند ہوتا ہے۔ جس نے اس کے لئے اپنی جان دی۔ چنانچہ انجیل شریف میں مرقوم ہے کہ وہ (مسیح) آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر لئے ہوئے صلیب پر چڑھ گیا۔ تاکہ ہم گناہوں کے اعتبار سے مر کر راستبازی کے اعتبار سے جئیں" (۱۔ پطرس ۲: ۲۴) پس نتیجۃً جو کچھ مسیح نے ہمارے لئے کیا۔ اس کا پھل ہماری عملی زندگی سے ظاہر ہوگا۔ کیونکہ اس کے کفارہ اور ہمارے چال چلن میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔ بہت سے کوتاہ اندیش لوگ اس بات کو بھول کر خیال کرتے اور کہتے ہیں کہ "اب چونکہ گناہ کا کفارہ دیا گیا ہے۔ اور قرض ادا ہو چکا ہے۔ لہذا جو چاہیں سو کریں"۔ لیکن ایسا تو ہر گز نہیں ہو سکتا۔ انجیل شریف میں صاف مرقوم ہے کہ "ایمان بغیر اعمال کے مردہ ہے"۔ سچ تو یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ انہوں نے مسیح کے کفارہ کو مطلق نہیں سمجھا۔ کیونکہ جو شخص سچے دل سے مسیح کی شفاعت کے کام پر بھروسہ رکھتا ہے۔ ضرور دل و جان سے پوری کوشش کریگا۔ کہ پاکیزہ زندگی سے اسے خوش کرے۔ کیا اس دنیا میں یہ بات سچ نہیں ہے کہ جس قدر کوئی شخص ہمارے فائدہ کے لئے خود انکاری اور خود نثاری کرتا ہے۔ اسی قدر ہم اس کے شکر گزار ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس کی مرضی پوری کرنے میں زیادہ سرگرمی سے کوشش کرتے ہیں۔

اب ہم اس بات پر غور کریں کہ "کفارہ کی عظیم الشان حقیقت سے خدا کا جلال کس قدر ظاہر ہوتا ہے۔ دیگر مذاہب کی کفارہ کی قربانیوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ خدا نہایت قہر و غضب سے پُر اور ظالم ہے اور اپنے پرستاروں کی قربانیوں سے اس کا غصہ دھیما کیا جاتا ہے۔ لیکن انجیل شریف سے ہم

دیکھتے ہیں کہ خداخود قربانی کاانتظام کرتااور قربانی بہم پہنچاتاہے اور شریعت کے مطالبہ کوپورا کرنے کی تدبیر کرتاہے۔ تاکہ تائب گنہگار معافی ومغفرت حاصل کرسکے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ اس (خدا) نے ہم سے محبت کی اور ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو بھیجا"۔(ایوحنا۴: ۱۰) یہ کیسی عجیب محبت ہے۔ خداہم سے قربانی طلب نہیں کرتا۔ بلکہ خود عنایت کرتاہے۔ چنانچہ لکھاہے کہ خدااپنی محبت کی خوبی ہم پریوں ظاہر کرتاہے کہ جب ہم گنہگارہی تھے تومسیح ہماری خاطر موا"۔(رومیوں۵: ۸)۔

اس کے سوانح حیات کے اور جتنے طریقے انسان کے خیال میں آئے ہیں۔ان میں سے کسی میں بھی خداکی ذات کی ایسی عظمت وبزرگی نظر نہیں آتی۔

آخر میں اب ہم مسلمان صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ آپ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے کس پر بھروسہ رکھتے ہیں ؟۔آپ کے اپنے اعمال تونجات کاوسیلہ نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ خداکی نظر میں گندے چیتھڑوں کی مانند ہیں۔اور محض تویہ بھی خداکی پاک شریعت کے تقاضے سے بچانہیں سکتی۔ پس مسیح کی کفارہ کی موت اور کفارہ پر بھروسہ کرو۔ اوراسی کو خداکی طرف سے نجات اورابدی زندگی کاذریعہ سمجھو۔ لاکھوں بنی آدم اس پر بھروسہ کرکے دلی آرام اور سلامتی حاصل کرچکے ہیں۔اس کی ملائمت اور رحم سے پر آواز کو سنو۔ وہ فرماتاہے "اے محنت اٹھانے والو! اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگوسب میرے پاس آؤ۔ میں تم کوآرام دونگا"(متی۱۱: ۲۸)۔